نمبر ۱۸ | ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۳ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ۶ اگست کی ڈاکٹری اطلاع جو ۸ اگست کو پہنچی مظہر ہے۔ کہ حضور کو ۴ اگست کی صبح نزلہ کی شکایت تھی۔ شام کو دھرم سالہ تشریف لے گئے وہاں کھانسی کی شکایت بھی ہو گئی۔ ۵ تاریخ واپس پالم پور تشریف لے آئے۔ ۶ اگست زکام اور کھانسی کی تکلیف بدستور ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں:۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء کے سامنے ۶-۷-۸ اگست کو حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب۔ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی۔ اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے اخلاق فاضلہ پر لیکچر دیئے۔ ۸ اگست طلباء کے درمیان "اسلامی تمدن کی فوقیت" کے موضوع پر ایک تقریری مقابلہ ہوا۔ جس میں حبیب الدین متعلم جماعت دہم اور نذیر احمد متعلم جماعت دہم اول و دوم رہے۔ دونوں کو انعام دیا گیا

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ضروری ہے کہ احمدیت ساری دُنیا میں پھیل جائے

(فرمودہ ۱۰ اگست ۱۹۰۵ء)

"یہ لوگ جو ہمارے مخالف ہیں۔ اسی قیاس پر ہماری جماعت کو سمجھتے ہیں۔ جیسے برہمو وغیرہ فرقوں کو سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اس فرقہ اور قوم کو سمجھتے ہیں۔ کہ یہ بھی کسی شخص کی خیالی تجویزوں کا نتیجہ ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ خدا نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور اسی کے فضل سے اس کا نشوونما ہو رہا ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ جب تک خدا تعالےٰ کا ارادہ نہ ہو۔ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اور نہ اُس کا نشوونما ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ کسی کے لئے چاہتا ہے۔ تو وُہ قوم بیج کی طرح ہوتی ہے۔ جیسے قبل از وقت بیج کے نشوونما۔ اور اُس کے آثار کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اس قوم کی ترقیوں کو بھی محال اور ناممکن سمجھتے ہیں۔ ہماری جماعت اگر بیس پچیس لاکھ ہو کر پھر اس کی ترقی ٹھیر جائے۔ تب بھی کچھ نہیں۔ پھر بھی یہ سلسلہ کی حقانیت کی دلیل نہیں ٹھیرتی۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ یہ ساری زمین پر پھیل جائے۔ اور مقدار اور حجت کے رُو سے غالب ہو جائے۔ کیونکہ یہ خدا کے بغیر کب ہو سکتا ہے۔ یہ اُسی کے کام ہیں۔ اور وُہی کرے گا"

(الحکم ۱۷ اگست ۱۹۰۵ء)

۸ اگست حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے نصرت گرلز ہائی سکول میں تقریر کی:۔

تبلیغی رپورٹ

اَلْجَمَاعَةُ الْاَحْمَدِیَّةُ فِی الْبِلَادِ الْعَرَبِیَّةِ

انفرادی تبلیغ

گزشتہ رپورٹ کے بعد آج تک ۱۲۷۔ اصحاب کو انفرادی تبلیغ کی گئی ہے۔ بیشتر حصہ ان کا وُہ ہے۔ جو احمدیہ دارالتبلیغ میں حاضر ہوتے۔ بعض لوگوں کے گھروں پر جاکر بھی پیغام حق پہنچایا مصر۔ حیفا۔ کبابیر۔ برجا۔ دمشق اور حمص کے احباب نے بھی انفرادی تبلیغ میں معتدبہ حصہ لیا ہے۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء

مناظرات

عرصہ زیر رپورٹ میں حسب ذیل مناظرات ہُوئے:۔

(۱) ایک بہائی نے مناظرہ کی خواہش ظاہر کی۔ اور مضمون یہ قرار پایا۔ کہ کیا حضرت مسیحؑ از رُوئے انجیل صاحب شریعت رسُول تھے ۲۵۔۳۰۔ غیر احمدی دوست بھی جمع تھے۔ میں نے پہلی دلیل یہ پیش کی۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ "فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وُہ تمہیں بتائیں۔ وُہ سب کرو۔ اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام نہ کرو" (متی ۲۳/۲)

ان کے جواب سے عاجز آکر مباحثہ درمیان میں ہی چھوڑ دیا۔ جس سے تمام حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

(۲) ایک مقامی عالم عبدالرؤف نامی سے دارالتبلیغ میں دو مرتبہ بعض احباب کی موجودگی میں مناظرہ ہوا۔ وفات مسیح پر تو مناظرہ کیلئے کوئی عالم تیار ہی نہیں ہوتا۔ جب اسے وفات مسیح پر مناظرہ کے لئے کہا۔ تو صاف انکار کر دیا۔ حضرت ابن عباس کے قول "متوفیک ممیتک" کے متعلق کہنے لگا۔ کہ ابن عباس کو معنے سمجھنے میں غلطی لگی ہے جب تحریر کا مطالبہ کیا۔ تو اپنی غلطی کا اقرار کر لیا۔ آخر عاجز آکر چند سوالات لکھ کر دے گیا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ ان کے جوابات حاصل کر کے آؤں گا۔ (۳) مصر سے ایک عالم حافظ محمد التیجانی نامی حیفا آئے۔ لوگوں نے خاکسار سے مناظرہ کے لئے کہا کہنے لگے۔ صرف چند اشخاص کی حاضری میں تبادلہ خیالات کروں گا۔ رات ۹ بجے سے ۱½ بجے تک ختم نبوت کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں بالکل عاجز ہونا پڑا۔ آخر قرار پایا۔ کہ اس مضمون پر تحریری مناظرہ ہو۔ ایک ایک مہینہ میں ہر فریق دُوسرے کو جواب بھیجے۔ چنانچہ میں نے بفضلہ تعالیٰ پہلا پرچہ بھیج دیا ہے۔ اس مناظرہ کا اس کے ساتھیوں پر بھی کافی اثر تھا۔ (۴) جرمن مشن حیفا کے ایک مشنری پادری برنابا سے تین مضمونوں پر بحث مقرر ہوئی (ا) کیا یسوعؑ کے سوا کوئی بے گناہ ہے؟ (ب) الوہیت مسیحؑ (ج) مسیح کی صلیبی موت پہلے مضمون پر جب ۳ گھنٹہ مناظرہ ہوا۔ تو حاضرین ۸۰۔۹۰ اشخاص تھے۔ اختتام مناظرہ پر پادری برنابا کے ساتھی اسکندر نے تقریر کرتے ہُوئے اعلان کیا۔ کہ پادری برنابا جواب نہیں دے سکا۔ یہ بالکل نیا آدمی ہے۔ اگر ہمارا کوئی بڑا عالم ہوتا۔ تو جواب دیتا۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ کسی بڑے عالم کو منگوالو۔ باقی دو مضمونوں پر مباحثہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ حالانکہ شرائط نامہ پر ان کے دستخط تین مضمونوں کے لئے موجود تھے تمام مُسلمان خوش و خرم واپس آئے۔ بہت سے غیر احمدیوں نے مبارکباد دی۔ ہم نے اسی دن پادریوں کے فرار اور بقیہ مباحثات سے انکار کے اعلان کے لئے ایک صفحہ کا اشتہار در بردہ "فضح القسوس من مواصلة المناظرات مع المبشر الاسلامی" کے عنوان سے تمام شہر میں تقسیم کرا دیا۔ اور پادری صاحبان کو تحریری جواب کے لئے چیلنج کیا۔ اس مناظرہ کا بھی بہت اچھا اثر ہوا۔ الحمدللہ۔

رسالہ البشارة الاسلامیة الاحمدیة

ایام زیر رپورٹ میں رسالہ البشارة کا چھٹا نمبر شائع کیا ہے۔ یہ نمبر امریکن مشن قاہرہ کے انچارج ڈاکٹر فیلیس سے مناظرات پر مشتمل ہے۔ مصر میں یہ نمبر خصوصیت سے شائع کیا گیا ہے۔ غیر احمدیوں نے اس نمبر کو غیر معمولی طور پر پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ رسالہ کو مستقل بنائے۔ آمین:۔

حیفا و کبابیر میں اجتماعات

حیفا میں ہر ہفتہ تین مرتبہ اجتماع ہوتا ہے۔ ایک دن تفسیر قرآن کے لئے ایک دن عام لیکچروں کے لئے اور ایک دن حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ کا عربی ترجمہ سننے کے لئے۔ کبابیر میں دو مرتبہ اجتماع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض خاص اجتماعات بھی ہوتے ہیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو سیرت نبویؐ کے متعلق ایک خاص جلسہ ہوا۔ جس میں آٹھ دوستوں نے تقاریر کیں۔ ایک دوست نے اپنا قصیدہ پڑھا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قصائد بھی پڑھے گئے۔ آخر پر خاکسار نے تقریر کی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت اور سیرت کے متعلق بیان کرنے کے علاوہ اس قسم کے اجتماعات کی اصل غرض کی طرف بھی توجہ دلائی:۔

کتاب "کشتی نوح" کا امتحان اور نتیجہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "کشتی نوح" کے عربی ترجمہ "التعلیم" کے پہلے پچاس صفحہ کا امتحان جماعت حیفا کا ان ایام میں ہو چکا ہے۔ نتیجہ حسب ذیل ہے:۔

الشیخ سلیم الربانی ۸۵/۱۰۰۔ الشیخ احمد المصری ۸۱/۱۰۰۔ السید جعفر افندی ۷۳/۱۰۰۔ السید ابراہیم القزق ۷۳/۱۰۰۔ الشیخ عبدالرحمن البرجاوی ۶۵/۱۰۰۔ السید محمد صالح ۶۵/۱۰۰۔ السید رشدی افندی ۵۷/۱۰۰۔ الشیخ علی القزق ۵۰/۱۰۰۔ الحاج محمد القزق ۵۰/۱۰۰۔ السید عبدالغنی افندی ۴۸/۱۰۰۔ السید صبحی افندی ۴۱/۱۰۰۔ السید مصطفیٰ افندی ۴۱/۱۰۰۔ السید عبدالحلیم افندی ۳۲/۱۰۰۔ السید طٰہٰ القزق ۳۱/۱۰۰۔ السید مصباح افندی ۲۸/۱۰۰

تبلیغی خط و کتابت

عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۵۔ تبلیغی خط لکھے گئے ہیں۔ دمشق سے ایک دہریہ مدرس نے شریعت اسلامیہ کے عالم گیر نہ ہو سکنے پر بعض اعتراضات کئے تھے۔ ان کے مفصل جواب دیئے۔ عجیب بات قابل ذکر یہ ہے۔ کہ ان دہریہ صاحب نے خدا کی ہستی کے خلاف یہ اعتراض بھی پیش کیا تھا۔ کہ وُہ اب کیوں نبی نہیں بھیجتا۔ میں نے کہا۔ خدا کی شان ایک وُہ لوگ ہیں۔ جو خدا کی رحمت کے دروازوں پر مہریں لگا بیٹھے ہیں۔ اور ایک وُہ ہیں۔ جو نبی کے ظہور کا علم نہ ہونے کی وجہ سے دہریہ ہو رہے ہیں۔ عکا میں ایک شخص سے خط و کتابت جاری ہے۔ اس نے کہا تھا۔ کہ مفتی عکا آپ سے مناظرہ کے لئے تیار ہے۔ میں نے شروط مناظرہ اور مضامین لکھ کر بھیج دیئے۔ اب وُہ خاموش ہیں۔ کوئی جواب ہنوز نہیں آیا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اگر مناظرہ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو سلسلہ احمدیہ کے لئے شاندار کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین (باقی) خاکسار ابوالعطاء اللہ دتا جالندھری حیفا فلسطین

خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کے اعزاز میں دعوت

۶ اگست خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق مبلغ انگلستان کے ورود راولپنڈی کے موقعہ پر احمدی ا[illegible]حمدی احباب نے سٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔ ۷ اگست بوقت چار بجے خانصاحب کو دعوت چاء دی گئی۔ جس میں کثرت سے احباب شامل تھے۔ چاء نوشی کے بعد احمدیہ جماعت راولپنڈی کی طرف سے ایڈریس پیش کیا گیا۔ خانصاحب نے ایڈریس کے جواب میں مختصر تقریر کی۔ اور شکریہ ادا کیا:۔ خاکسار مرزا محمد حسین از راولپنڈی:۔

آپ نے "الفضل" کیلئے کیا کام کیا؟

میں جو مسلسل و متواتر درخواست کر رہا ہوں۔ کہ آپ بتعمیل ارشاد حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنا فرض پہچانتے ہوئے براہ مہربانی الفضل کے لئے خریدار مہیا کریں۔ اس سلسلہ میں آپ نے کیا کارروائی فرمائی؟ اگر اب تک متوجہ نہ ہوئے ہوں تو جلد متوجہ ہو کر ممنون فرمایئے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں:۔ (مینیجر الفضل)

ضروری اعلان

بعض دوست خط لکھتے وقت ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق ٹکٹ چسپاں نہیں کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بیرنگ ہونے کے باعث زیادہ محصول

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۱۸ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

اچھوت اور گاندھی جی

اچھوتوں کی اصلاح کے ادّعا کی عمل سے تردید

معاہدۂ پونا کس طرح ہُوا

دوسری گول میز کانفرنس میں بصد شوق شرکت اختیار کرنے مگر بہ ہزار حسرت و یاس واپس آنے کے بعد گاندھی جی نے اپنے لئے ایک نیا سیاسی عمل تجویز کیا۔ اور وُہ اچھوت اقوام کی خیر خواہی۔ و ہمدردی کا نقاب پہن کر رونما ہُوئے۔ اس کے لئے پہلا قدم انہوں نے یہ اٹھایا۔ کہ وزیر اعظم نے اپنے اعلان میں اچھوتوں کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا۔ اسے بدلوانے کے لئے فاقہ کشی شروع کر دی۔ لیکن جب ان پر واضح ہو گیا۔ کہ وزیر اعظم ان کی فاقہ کشی کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو انہوں نے اچھوت لیڈروں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور معاہدہ پونا منظور کرتے ہُوئے فاقہ کشی ترک کر کے اپنی جان بچالی ؛

معاہدہ پونا اور ہم

اس پر اگرچہ گاندھی پرستوں نے حسب معمول ان کی فتح اور کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ جو کچھ کیا گیا۔ محض گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے تھا۔ اور ہم نے اسی وقت لکھ دیا تھا۔ کہ

"گاندھی جی نے سیاسیات میں فاقہ کشی کے نامعقول حربہ سے کام لے کر اور پھر اپنی جان بچانے کی خواہش سے مجبور ہو کر اچھوت لیڈروں کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہُوئے ہندوؤں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وُہ بے حد مضطرب اور پریشان ہو رہے ہیں۔ اور جُوں جُوں معاہدہ پونا کو عملی شکل میں لانے کا وقت قریب آتا جائے گا۔ ان کی پریشانی میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا" (الفضل ۶۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

ہمارے خیال کی صداقت

ہمارا یہ خیال حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ چنانچہ جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے تازہ اجلاس میں فرقہ وار معاملات کے متعلق جو بحث ہُوئی۔ اس میں ہندو نمائندوں نے واضح کر دیا۔ کہ پونا کا معاہدہ محض گاندھی جی کی جان بچانے کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ نہ اس لئے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ بنگال کے نمائندے مسٹر چیٹر جی نے اپنی یادداشت میں یہ امر پیش کیا۔ کہ معاہدہ پونا پر جو دستور مبنی ہوگا۔ وُہ بنگال کے ہندوؤں کو فنا کر دے گا۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا حکومت برطانیہ اس بات کی توقع رکھتی ہے۔ کہ بنگالی ہندو میثاق پونا کو منظور کریں گے۔ ایک دوسرے ممبر مسٹر ایچ۔ این۔ سرکار نے ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کا تار پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ

"میں نے معاہدہ پونا کی عدم منظوری میں گاندھی جی کی زندگی کو خطرہ میں پا کر وزیر اعظم کو اس امر کا تار دیا تھا۔ کہ معاہدہ پونا کو منظور کر لیا جائے۔ میں وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے معاہدہ پونا پر غور کرنا بھول گیا۔ اب میں اپنی غلطی کا احساس کرتا ہوں۔ کہ میں نے ایسا کر کے ملک کے مفادات کو نقصان عظیم پہونچایا ہے۔"

ہندو لیڈروں کا افسوسناک طریق عمل

ہندو لیڈروں کے اس طریق عمل سے جہاں یہ ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے عہد شکنی کر کے اپنی پیشانیوں پر کبھی نہ مٹنے والی سیاہی کا ٹیکہ لگا لیا۔ اور اس بات کا ثبوت پیش کر دیا۔ کہ انہوں نے اچھوت اقوام کے ساتھ شرمناک دھوکہ کیا۔ اس وجہ سے اب وُہ قطعاً اس قابل نہیں۔ کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ وہاں یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ انہیں گاندھی جی کے متعلق اطمینان ہو چکا ہے۔ کہ وُہ معاہدہ جس نے ان کی جان بچائی تھی۔ اسے اب پرزہ پرزہ کر دینا ان کے منشاء کے خلاف نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر وُہ سمجھتے۔ کہ اس معاہدہ کو مسترد کر دینے پر گاندھی جی بُرا منائیں گے۔ اور پھر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیں گے۔ تو وُہ قطعاً ایسا طریق عمل نہ اختیار کرتے۔ مگر انہیں معلوم ہے۔ کہ گاندھی جی دوبارہ اس قسم کے خطرہ میں پڑنے کی جُرأت نہ کریں گے۔ اس لئے وُہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ معاہدہ پونا کو ایک لغو اور فضول حرکت قرار دے دیا جائے۔ اور اس پر عملی کارروائی نہ کی جائے۔

یہ گاندھی جی کی اس فاقہ کشی کا انجام ہے۔ جو اچھوتوں کے نام سے انہوں نے گزشتہ سال شروع کی تھی۔

فاقہ کشی کی دوبارہ دھمکی

دوسری بار گاندھی جی نے فاقہ کشی کی دھمکی حکومت کی بجائے ہندوؤں کو اس بنا پر دی۔ کہ اگر یکم جنوری ۱۹۳۳ء تک گورو دیور مندر میں اچھوتوں کو داخلہ کی اجازت نہ دے دی گئی۔ تو ۲ جنوری کو وُہ بھوک ہڑتال شروع کر دیں گے۔ اگرچہ کسی ایک مندر میں اچھوتوں کو داخل ہونے کی اجازت کا مل جانا کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جس سے ان کے سارے پاپ کٹ جاتے۔ اور ہندو انہیں اپنے جیسا انسان سمجھنے لگ جاتے۔ اور جبکہ خود اچھوت اس بات کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔ تو گاندھی جی کا اتنی سی بات کے لئے بھوکوں مر جانے کا اقدام کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے خاص مصالح کی بنا پر اسے حد سے زیادہ اہمیت دی۔ اور یہاں تک کہدیا۔ کہ

"اگر سالہا سال کے پروپیگنڈا سے ہندوؤں کو اچھوت پن کی برائی کا احساس نہیں ہوا۔ تو مزید عام پروپیگنڈا سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے۔ اسے تپسیا کے پروپیگنڈا کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے۔ ان کے لئے ایسے آدمی کے برت کی ضرورت ہو جس نے اپنے آپ کو ان سے وابستہ کر لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ تو ایسا ہی ہوگا۔ ہندو اچھوت پن کو دُور کریں۔ یا اپنے درمیان سے مجھے دور کریں۔"

لیکن نہ تو ہندوؤں کو اچھوت پن کی بُرائی کا احساس ہوا۔ نہ گورو ویور مندر کا دروازہ اچھوتوں کے لئے کھولا گیا۔ نہ اچھوت پن کو دور کیا گیا۔ اور نہ گاندھی جی نے تپسیا کے ذریعہ ان کے درمیان سے اپنے آپ کو دُور کیا۔ اور آنوں بہانوں سے اس کو ٹال دیا۔

اکیس ۲۱ روزہ فاقہ کشی کا اعلان

اس کے بعد انہوں نے اچھوت پن کو دُور کرنا اپنی زندگی کا واحد مقصد قرار دے کر حکومت سے یہ اجازت حاصل کر لی۔ کہ جیل میں رہتے ہُوئے چھوت چھات کے خلاف جد وجہد شروع کر سکیں۔ حکومت نے بخوشی اس امر کی اجازت دے دی۔ اور انہوں نے اعلان پر اعلان شائع کرنا شروع کر دیئے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ان کی تمام چیخ و پکار صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔ اور کوئی ان کی بات سُننے کے لئے بھی تیار نہیں۔

چہ جائیکہ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو۔ تو انہوں نے حسب ذیل اعلان کیا:-

"گزشتہ ستمبر سے لے کر اس وقت تک میں نامہ نگاروں کے۔ مخالفوں کے۔ اور حامیوں کے خطوط کو پڑھ رہا ہوں۔ لٹریچر کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ باعلم اور لاعلم مردوں اور عورتوں۔ ہری جنوں اور غیر ہری جنوں سب کے ساتھ طویل بحث کر رہا ہوں۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ کہ چھوت چھات کی خرابی اس سے زیادہ جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ جتنا کہ میں خیال کرتا تھا۔ مادی روپیہ سے۔ مادی تنظیم سے۔ اور سیاسی طاقت مل جانے سے یہ مرض دُور نہ ہوگا۔ اس کے لئے آتمک دولت کی۔ آتمک تنظیم کی۔ اور آتمک طاقت کی ضرورت ہوگی۔ دُوسرے الفاظ میں آتمک شدھی کی ضرورت ہوگی اور آتم شدھی محض برت رکھنے اور پرارتھنا کرنے سے ہو سکتی ہے۔" (پرتاپ ۳۔ مئی)

اس کے ساتھ ہی گاندھی جی نے حکومت کو بذریعہ تار یہ اطلاع بھی دے دی۔ کہ

"چند خاص وجوہ کے لئے جن کا گورنمنٹ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میں اکیس دن کا غیر مشروط برت رکھ رہا ہوں۔ ان دنوں صرف پانی سوڈا اور نمک استعمال کرونگا۔"

رہائی کے بعد سیاسیات کی طرف رجوع

ان حالات میں گورنمنٹ نے اعلان کیا۔ کہ برت کی نوعیت اس کی اغراض اور گاندھی جی کی دماغی حالت کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں جیل سے رہائی دے دی گئی۔ اور انہوں نے ۸۔ مئی ۲۱ روزہ برت شروع کر دیا۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ برت ختم کرنے پر گاندھی جی اچھوت پن کی خرابی کو دُور کرنے میں اس روحانی دولت روحانی تنظیم اور رُوحانی طاقت کا ثبوت پیش کرتے۔ جس کے حصول کے لئے انہوں نے برت رکھا تھا۔ اور اپنے اس اعلان کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ سیاسی طاقت مل جانے سے چھوت چھات کا مرض دُور نہ ہوگا۔ سیاسیات کی طرف متوجہ ہونے کا خیال بھی دل میں نہ لاتے مگر انہوں نے فاقہ کشی کی کوفت دُور ہوتے ہی سب سے پہلے جو کام کیا۔ وُہ یہ تھا۔ کہ پونا میں سیاسی کانفرنس منعقد کر کے یہ قرار دے دیا۔ کہ "سول نافرمانی بند نہیں ہو سکتی۔ اس کا بند کرنا قومی شکست کے مترادف ہے۔"

اچھوتوں کی اصلاح کے دعوے خاک میں

اس طرح اچھوتوں کی اصلاح و ترقی اور انہیں انسانی حقوق دلانے کے متعلق گاندھی جی اپنے تمام ولولہ انگیز دعووں کو خاک میں ملا کر از سر نو سیاسیات میں منہمک ہو گئے۔ اگر اچھوتوں کی بھلائی اور بہتری کا جذبہ ان کے دل کے کسی گوشہ میں تھا۔ اور اگر تھا۔ تو انہیں برت کے ذریعہ وہ طاقت حاصل نہ ہو سکی تھی جس سے ان کے لئے کچھ کر سکتے۔ تو کم از کم انہیں اتنا تو خیال کرنا چاہئے تھا۔ کہ جیل خانہ سے انہیں اس وجہ سے رہائی حاصل ہوئی۔ کہ ان کی سرگرمیاں اچھوتوں تک محدود رہیں گی۔ پھر اس بات کو بالکل نظر انداز کر کے سیاسیات میں کود پڑنے کا کیا مطلب ؟

سیاست میں دخل دینے کی وجہ

لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ گاندھی جی نے سمجھا ایک طرف حکومت کو سول نافرمانی جاری رکھنے کی دھمکی دینے۔ اور دُوسری طرف وائسرائے سے صلح کے امکانات تلاش کرنے کیلئے ملاقات کی درخواست کرنے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ وُہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ قائم کر سکیں گے۔ اور حکومت بآسانی اس کا موقعہ دے دیگی۔ لیکن انہیں یہ یاد نہ رہا۔ کہ اب لارڈ ارون کا عہد نہیں۔ بلکہ لارڈ ولنگڈن کا ہے۔ اور وُہ اعلان کر چکے ہیں۔ کہ جب تک سول نافرمانی ترک نہ کر دی جائے۔ اس وقت تک مصالحت کی گفتگو کی کوئی صُورت ہی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے گاندھی جی کو صاف جواب دے دیا۔

عبرتناک طریق عمل

اس خلاف توقع اور ہمت شکن مایوسی کے بعد گاندھی جی نے جو طریق عمل پیش کیا۔ اس نے نہایت ہی عبرتناک منظر پیش کیا۔ ایک طرف تو کانگرس کے نظام کو ہی درہم برہم کر دیا۔ اور دوسری طرف اپنی امیدوں کے مخزن آشرم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اس سے یہ سمجھا گیا۔ کہ گاندھی جی کوئی نہایت ہی غیر معمولی قدم اٹھانے والے ہیں۔ نہ صرف سمجھا گیا۔ بلکہ احمد آباد سے اعلان کر دیا گیا۔ کہ ایک گاندھی جی سے "گہرا تعلق" رکھنے والے نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ

"مہاتما جی کے ارادہ کی نوعیت کے متعلق معلوم کرنا مشکل ہے۔ مگر ان کے گہرے دوستوں کی دو باتوں کا یقین ہے۔ اول یہ کہ مہاتما جی اب جو قدم اٹھائیں گے۔ وُہ دُنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل چل مچا دے گا۔ اور جہاں تک ان کی زندگی کا تعلق ہے۔ یہ پروگرام اپنی طرز کا بے نظیر ہوگا۔ دُوسرے یہ پروگرام اس قسم کا ہوگا۔ جو مہاتما جی کے قید ہونے کے بعد ختم نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ وُہ متواتر جاری رہے گا۔ اور ممکن ہے۔ کہ اس سے ان کی زندگی کو بھی خطرہ ہو۔ ایک بات یقینی ہے۔ کہ یہ پروگرام دُنیا پر ستیہ اگرہ کی زبردست طاقت کو ظاہر کر دے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ اگست میں جو واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ ان میں آشرم کے باسی نمایاں حصہ لیں گے۔ باخبر حلقوں کی رائے ہے۔ کہ مہاتما جی کا آئندہ پروگرام ملک میں ایسی صُورت حالات پیدا کر دے گا۔ جو کبھی نہیں ہوئی۔" (پرتاپ ۲۷۔ جولائی)

لیکن دُنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ اس زور شور کے بعد گاندھی جی نے جو پروگرام پیش کیا۔ اس میں کچھ بھی جدت نہیں۔ اور اب جبکہ ان کا پروگرام تکمیل کو پہونچ چکا ہے۔ اور وُہ جیل میں جا چکے ہیں۔ نہ تو کسی قسم کی ہل چل مچی۔ نہ کوئی ایسے حالات پیدا ہوئے۔ جو پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی اس پروگرام کے جاری رہنے کی کوئی صُورت نظر آتی ہے۔

ہمالیہ سے بڑی غلطی

اگر گاندھی جی نے یہی کچھ کرنا تھا۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ اچھوتوں کے متعلق اپنی سرگرمیوں کو نظر انداز کر کے سیاسیات میں داخل ہو کر انہوں نے ہمالیہ سے بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔ اگر وُہ کوئی غیر معمولی بات کر کے دکھاتے۔ تو ممکن تھا۔ کہ اچھوتوں کے متعلق ان کے دعاوی کی پردہ پوشی ہو جاتی لیکن اب تو یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ "کھودا پہاڑ نکلا چوہا"۔ گاندھی جی نہ تو سیاسیات میں کوئی نئی صورت پیدا کر سکے۔ اور نہ اپنے عہد پر قائم رہ کر اچھوتوں کو کوئی فائدہ پہونچا سکے۔ بلکہ یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اچھوتوں کی اصلاح کا فکر انہیں اسی وقت تک لاحق تھا۔ جب تک جیل کی چار دیواری میں بند تھے۔ وہاں سے نکلتے ہی انہیں اچھوتوں کو نظر انداز کر کے پھر سیاسیات میں منہمک ہونے کا دورہ پڑ گیا۔ جس پر حکومت کے لئے ضروری ہو گیا۔ کہ تجربہ شدہ علاج کرے۔ چنانچہ اس نے کر دیا۔ اب ممکن ہے۔ جیل میں پہونچ کر از سر نو اچھوتوں کی اصلاح کا خیال انہیں آئے۔ اور وُہ پھر فاقہ کشی کے لئے تیار ہو جائیں۔

ریاست مانگرول کے خلاف ہندوؤں کی فتنہ انگیزی

مانگرول کاٹھیاواڑ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست ہے۔ جس کے حکمراں ایک دُور اندیش رعایا پرور اور صاحب دانش نواب صاحب ہیں لیکن وُہ ہندو جن کی نگاہ میں کسی کا مسلمان ہونا ہی ایک جُرم ہے۔ اور جو آج مسلمان ریاستوں کے خلاف فتنہ انگیزی کی خاص طور پر کوشش کر رہے ہیں۔ اس ریاست میں بھی ذبیحہ گائے کا سوال اٹھا کر شرارت پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں۔ اور پنجاب کے آریہ اخبارات ان کی پیٹھ ٹھونک رہے ہیں اور نواب صاحب مانگرول کے خلاف پراپیگنڈا کر رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ذبیحہ گائے کے مقابلہ میں ۱۹۲۸ء میں ہندوؤں کو مساجد کے سامنے باجا بجانے کی جو اجازت دی گئی اس سے مسلمانوں کو تکلیف اور شکایت پیدا ہوئی۔ کیونکہ گائیں تو پہلے ہی ریاست میں ذبح کی جاتی تھیں۔ ۱۹۲۸ء میں اس کے متعلق ایک طرف تو یہ پابندی عائد کر دی گئی۔ کہ ہندو محلوں میں اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اور دوسری طرف مساجد کے سامنے باجا بجانے کا حق ہندوؤں کو دے دیا گیا۔ جو کہ بالکل نئی بات تھی۔

معلوم ہوتا ہے۔ ریاست کے ہندو اس پر بالکل مطمئن ہو گئے۔ اور چار پانچ سال اس بارے میں کوئی شکایت نہ پیدا ہوئی۔ اور اب بھی صرف جینی فرقہ کے ہندو شور مچا رہے ہیں۔ دُوسرے ہندو اس فتنہ سے بالکل الگ ہیں۔ اس صورت میں ریاست کو حق حاصل ہے۔ کہ قیام امن کے لئے بذریعہ قانون اس شرارت کا فوری طور پر سدباب کرے۔ لیکن اب بھی اس نے اعلان کیا ہے۔ کہ اگر مسلمان اور جینی ذبیحہ گائے اور باجا بجانے کے متعلق آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ تو اسے منظور کر لیا جائیگا۔

احمدیت کے خلاف سیاست کا سلسلہ مضامین

سیاست کے تمہیدی مضامین پر نظر

جناب سید حبیب صاحب نے "تحریک قادیان" کے عنوان سے جو سلسلہ مضامین احمدیت کے خلاف اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق ایک تمہیدی مضمون پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب ان کے پیش کردہ امور کے جواب کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اور آج کی صحبت میں ان باتوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے اپنے تمہیدی مضامین میں جماعت احمدیہ کے متعلق لکھی ہیں۔

احمدیت کے خلاف قلم اٹھانے کے اسباب

سید صاحب نے اپنے سلسلہ مضامین کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں " اس موضوع پر قلم اٹھانے کے اسباب" کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسرے حصہ میں احمدیت کو قبول نہ کرنے کے دلائل بیان کئے ہیں۔ پہلے حصہ کے مضمون کو آپ نے کئی اقساط میں ختم کیا ہے۔ میں نے ان مضامین کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ آپ نے اس سارے بیان میں صرف ایک وجہ بیان کی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ ایک احمدی سے مضامین لکھنے کا وعدہ کر چکے تھے۔ جسے نبھانے کے لئے آپ نے اپنی سابقہ روایات کے خلاف اس موضوع پر با دل ناخواستہ قلم اٹھایا۔ اسی ایک سبب کو آپ نے جمع کے لفظ سے تعبیر کرتے ہوئے " اسباب" قرار دیا ہے۔ غالباً آپ کے ذہن میں ابتداءً بہت سے اسباب ہوں گے۔ جن میں سے صرف ایک کو بیان کرنا مناسب سمجھا۔ اور باقیوں کو کسی خاص مصلحت کی بناء پر بیان نہ کیا جس کا پتہ آپ کے مضمون سے نہیں چلتا۔ مضمون کی ترتیب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حصہ تشنۂ تکمیل ہے۔ مگر مجھے چونکہ اس بحث سے کوئی غرض نہیں۔ اس لئے اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اصل موضوع زیر بحث سے اسکا براہ راست کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے اس ضمن میں صرف اسی قدر عرض کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے ؂

الفاظ "مرزائی" اور "قادیانی" کا استعمال

مضمون کے دوسرے حصہ میں اصل موضوع پر بحث کرنے سے قبل آپ نے مندرجہ ذیل چند امور بطور تمہید تین اقساط میں بیان فرمائے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے انہی کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

سید صاحب پہلی قسط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" اس مضمون میں احمدی۔ مرزائی۔ یا قادیانی کے الفاظ سے کسی خاص اہتمام سے کام نہیں لیا گیا۔ اور نہ ان کے استعمال سے کسی کی ہتک یا دلآزاری مقصود ہے۔"

قسط دوم میں فرماتے ہیں:۔

" قسط اول میں قادیانی کے استعمال کو ذوق سلیم کے لئے مکروہ سمجھتے ہوئے میں نے لکھ دیا تھا۔ کہ اس سے کسی کی ہتک مقصود نہیں"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گناہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ الاثم ماحاک فی صدرک گناہ وہ ہے۔ جو تیرے دل میں کھٹکے۔ یعنی انسان جب کسی گناہ کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ تو اسکی فطرت سلیمہ بشرطیکہ وہ ماؤف نہ ہو گئی ہو اس کے کان میں یہ آواز دیتی ہے۔ کہ تو یہ برا کام کرنے لگا ہے یہ تو خوشی کی بات ہے۔ کہ سید صاحب کی فطرت میں نیکی اور بدی کا کچھ احساس باقی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس بات کا افسوس بھی ہے۔ کہ باوجود اس احساس کے بروقت پیدا ہو جانے کے آپ نے عملاً اس کی راہ نمائی قبول نہ کی۔ اسلامی اخلاق تو کجا شرافت انسانی کے ادنےٰ اصول کی رو سے بھی کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں۔ کہ وہ دوسرے کے دل کو بلاوجہ دکھائے۔ مگر سید صاحب نے باوجود اس بات کا یقینی طور پر علم رکھنے کے کہ " مرزائی" وغیرہ الفاظ سے خطاب کرنا جماعت احمدیہ کے افراد کو برا معلوم ہوتا ہے۔ بغیر کسی مجبوری کے دیدہ دانستہ اسی ناگوار طریق خطاب پر اصرار کیا ہے ؂

لفظ " مرزائی" کے استعمال کے جواز کی آپ نے دو توجیہات پیش کی ہیں۔ پہلی توجیہہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" بانی تحریک قادیان کی حیات میں ایک سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شان میں کسی نے مرزا صاحب کی موجودگی میں یہ شعر کہا تھا

کیا ہے راز طشت از بام جس نے عیسویت کا
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں پکے مرزائی

اور مرزا صاحب آنجہانی نے اس شعر کی داد بھی دی"

لفظ مرزائی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داد دینے کا قصہ تو سید صاحب نے محض اپنی بات کو تقویت دینے کی خاطر از خود وضع کیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اصل واقعہ کے متعلق گزارش یہ ہے۔ کہ شعر سے جو استدلال آپ نے کیا ہے۔ وہ ایک سخن فہم انسان کی نگاہ میں قابل مضحکہ ہے۔ شاعر کا مطلب لفظ مرزائی سے صرف اس قدر ہے۔ کہ جس شخص کو تعریض اور طعنہ کے طور پر مرزائی کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہی مرزائی اسلام کی خدمت کر رہا ہے لہذا مرزائی کہنے والوں کو شرم کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی رنگ میں فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

یعنے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی وجہ سے مجھے کافر قرار دیتے ہو۔ تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ اب اگر سید صاحب کی طرح کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کو آپ کے کفر کی دلیل کے طور پر پیش کرے۔ تو سوائے اس کے کہ اس کی سخن فہمی کا ماتم کیا جائے۔ اور کیا کہا جا سکتا ہے ؂

رسول کریمؐ اور لفظ صابی

اگر سید صاحب کو اب بھی اپنی بات پر اصرار ہو۔ تو ان کے سامنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک ایسا ہی واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس طرح آج ہمارے مخالفین ہمیں مرزائی کہتے ہیں۔ اسی طرح کفار عرب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کو صابی (بے دین) کہتے تھے۔ بخاری کتاب التیمم میں اس کے متعلق ایک واقعہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک صحابی فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند صحابہ سمیت کسی سفر پر تشریف لے گئے۔ راستہ میں پیاس لگی۔ صحابہ رضؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ حضور نے حضرت علیؓ اور ایک اور صحابی کو پانی کی تلاش میں بھیجا۔ انہوں نے جنگل میں ایک عورت کو پانی کے دو مشکیزے اونٹ پر لئے جاتے دیکھ کر اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ اس نے کہا مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس

قالت الذی یقال لہ الصابی قال ھوالذی تعنین۔ اس نے کہا کیا تمہاری مراد اس شخص سے ہے۔ جسے صابی کہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہاں وہی جو تم نے کہا ہے۔

اب سید صاحب فرمائیں۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو نعوذ باللہ بے دین کا خطاب دیتے ہوئے کوئی مخالف اسلام اس حدیث سے استدلال کرے تو وہ اس کا کیا جواب دیں گے۔ ماھو جوابکم فھو جوابنا

مرشد سے نسبت کا طریق

دوسری توجیہہ آپ نے یہ تحریر فرمائی ہے۔ کہ "انسان اگر غور کرے۔ تو اپنے مرشد سے اس کے لئے وجہ آشفتگی نہیں ہو سکتی عیسائیوں نے عیسائی کے لفظ کو مسلم سے بہتر جان کر مسلمانوں کے لئے محمدی کا نام تجویز کیا۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا۔ کہ ایک سچے مسلمان کے لئے اس سے زیادہ کوئی وجہ مسرت اور غرور ہو نہیں سکتی۔ کہ اسے اس کے مرشد و ہادی کے اسم مبارک سے نسبت دی جائے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہر مسلمان بزبان حال و قال فخر و مباہات سے نعرہ بلند کرنے لگا۔

محمدی ہوں محمدی ہوں محمدی ہوں

اور عیسائی اپنا سا مونہہ لے کر رہ گئے"

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں سید صاحب بیان تو یہ کر رہے تھے۔ کہ اگر کسی شخص کو اس کے مرشد کی قوم کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ تو یہ امر اس کے لئے وجہ آشفتگی نہیں ہونا چاہیئے مگر اس کے لئے آپ نے جو مثال پیش کی ہے۔ وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی یہ کہ مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اسم مبارک کی طرف منسوب ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اول تو یہ بھی درست نہیں۔ محمڈن کہلانے کو مسلمانوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ دوسرے مرشد کی قوم کی طرف منسوب ہوتے اور اس کے نام کی طرف منسوب ہونے میں نمایاں فرق ہے۔ مگر سید صاحب نے اسے مدنظر نہیں رکھا۔ پھر آپ کی بیان کردہ مثال اس اعتبار سے بھی ناموزوں ہے۔ کہ محمدی کہلانے میں تو سب مسلمان برابر کے شریک و سہیم ہیں۔ اس لئے اس پر تو بحث ہی نہیں۔ ہاں اس سے آگے جن امتیازی ناموں سے مختلف اسلامی فرقوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمیں جو نام دیا جاتا ہے۔ تقاضائے انصاف یہ ہے۔ کہ وہ اسی طریق پر ہونا چاہیئے جس پر دوسرے فرقوں کے نام تجویز کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ سید صاحب اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قوم کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے حنفی کہلاتے ہیں۔ پھر یہ کیا غضب ہے۔ کہ ہمارے معاملہ میں اس اصل کو بھلا کر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

مرشد سے رشتۂ ارادت کی بنا

درحقیقت جب کوئی شخص کسی سے رشتۂ ارادت استوار کرتا ہے۔ تو اس کی وجہ مرشد کی اعلےٰ قومیت یا اس کا ہاشمی شہر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے عقیدت کی وجہ اس کی ذاتی خصوصیات اور روحانی کمالات ہوتے ہیں۔ اسی لئے کسی مذہبی جماعت کو اس کے ہادی کی قوم یا بستی کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ اسی وجہ سے کسی احمدی کو "قادیانی" یا "مرزائی" کہنا ہرگز پسندیدہ امر نہیں کہلا سکتا۔

اجداد یا وطن سے نسبت دینا

لفظ "قادیانی" استعمال کرنے کے جواز کی توجیہات بیان کرتے ہوئے سید صاحب فرماتے ہیں۔ (۱) قادیان وہ شہر ہے جس کے متعلق ان کے ہادی کا اپنا شعر ہے

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

لہذا کسی صاحب کو قادیان سے نسبت دینا ان کے لئے وجہ دل آزاری نہیں ہو سکتا۔ مجھے اگر کوئی میرے اجداد کی نسبت سے مکی۔ مدنی۔ حجازی عربی یا وطن کی نسبت سے بخاری کشمیری پنجابی ہندوستانی یا ایشیائی کہے۔ تو مجھ پر ایسا خطاب ہرگز گراں نہیں گزرتا" (قسط اول)

سید صاحب نے یہ بالکل درست فرمایا۔ کہ اگر کسی شخص کو اس کے اجداد یا وطن کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو یہ امر اس کے لئے وجہ دلآزاری نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر سوال تو یہ ہے۔ کہ احمدیوں کو جب قادیانی کہا جاتا ہے۔ تو کیا اس میں ان کے اجداد یا وطن کی طرف نسبت دی جاتی ہے؟ نیز اگر کوئی شخص سید صاحب کو مکی مدنی حجازی یا کشمیری کہے۔ تو ایسا خطاب آپ پر تو بے شک گراں نہیں گزرے گا۔ مگر ایسا کہنے والے کی بدمزاقی اور جہالت کا ضرور پتہ لگ جائے گا۔ اسی لئے آج تک کوئی صاحب ذوق سلیم تو کجا عوام میں سے بھی کوئی کسی مسلمان کو مکی یا مدنی کہہ کر نہیں پکارتا۔ ہاں اگر نسبت کرنی ہو۔ تو اس کے وطن کی طرف ہی نسبت کریں گے۔

لفظ "قادیانی" کے استعمال کی دوسری توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"خود مرزا صاحب آنجہانی خود کو غلام احمد قادیانی لکھا کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اندریں صورت ان کے کسی مرید کے لئے یہ لفظ نہ عزت متہتک ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وجہ فخر و مباہات ہونا چاہیئے۔" (قسط دوم)

سید صاحب کی یہ دلیل بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنے آپ کو اس لئے قادیانی لکھتے تھے۔ کہ آپ قادیان کے باشندہ تھے۔ مگر احمدیوں کو قادیانی کیوں کہا جائے۔؟ یہ تو ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ چونکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کوفی تھے۔ اس لئے تمام حنفیوں کو کوفی کہلانا چاہیئے۔

علماء اسلام کو سید صاحب کا مشورہ

سید صاحب نے دوسری بات جو اپنی تمہید میں بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ایسے لوگوں (مدعیان ماموریت) کا علاج صرف اور صرف ایک ہے۔ یعنی یہ کہ ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے۔ جسقدر مہدی پیدا ہوئے وہ سب ناکام رہے۔ سوائے ان کے جن کی مخالفت ہوئی۔ تعداد مخالفت کے تناسب سے انہیں کامیابی ہوئی۔ اور مخالفت کے مٹتے ہی ان کا بازار سرد پڑ گیا۔ ضرورت ہے۔ کہ علمائے اسلام ۔۔۔ تحریک قادیان سے بے پرواہ ہو جائیں" (قسط دوم)

مگر یہ عجیب بات ہے۔ کہ سید صاحب جس بات سے دوسروں کو روک رہے ہیں۔ اس کا نہایت زور شور کے ساتھ خود ارتکاب کر رہے ہیں۔ کیا سلسلہ احمدیہ کے خلاف ایک طویل سلسلہ مضامین لکھنا تحریک قادیان سے بے پرواہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اور ان مضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنے کے لئے طول وطویل اشتہار دینے اور خطوط لکھنے کا یہی مقصد ہے

سید صاحب کا طریق عمل

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا اشتہار اور جناب سید صاحب کے خاص خط کے چند فقرات اس موقع پر درج کر دیئے جائیں۔ تا اندازہ ہو سکے۔ کہ دوسروں کو "تحریک قادیان سے بے پرواہ ہو جانے کا مشورہ دینے والے صاحب کا اپنا طریق عمل کیا ہے

اشتہار میں مہتمم صاحب سیاست کی طرف سے لکھا ہے

"احباب کرام و عامۃ المسلمین کے مسلسل و پرزور مطالبہ دامرار سے مجبور ہو کر ہم اس سلسلہ کو کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ کاغذ نفیس ترین لگایا جائے۔ کتابت دیدہ زیب ہو۔ طباعت کا عمدہ سے عمدہ بندوبست کیا جائے۔ اور کتاب کی جلد بھی مرغوب بنوائی جائے۔ اس کے باوجود اس خیال سے کہ غریب سے غریب مسلمان بھی اس کو خرید کر سکے۔ اس کی قیمت لاگت کے برابر رکھی جائے گی"

"عام برادران اسلام سے بھی درخواست ہے۔ کہ وہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ نسخے خرید کر کے ہماری وساطت سے یا بطور خود کتاب احمدی احباب میں تقسیم کر کے داخل حسنات ہوں"

کیا اس سے ظاہر نہیں ہے۔ کہ احمدیت کی مخالفت میں مقدور بھر کوشش کی جا رہی۔ اور سارا زور صرف کیا جا رہا ہے

خاص چٹھی

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی گئی۔ جناب سید صاحب نے اپنے

دستخطوں سے حسب ذیل خاص چٹھی ارسال کی ہے۔

مخدومی السلام علیکم طبتم

کیا آپ براہِ کرام تحریر فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ کہ آپ اس کتاب کا کوئی نسخہ خرید کرنا چاہتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور اگر خرید کرنا چاہتے ہیں۔ تو کتنے نسخے آپ کو درکار ہیں۔

اس کتاب سے کما حقہ فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے احمدی دوستوں کے مطالعہ میں آئے۔ اگر آپ چند نسخے خرید کر کے اپنے مقامی احمدی اصحاب میں تقسیم کریں گے۔ تو میری دانست میں یہ ایک قابل تعریف اور ثواب کا کام ہوگا۔

اگر آپ خود کتاب تقسیم نہ کرنا چاہیں۔ تو ادارہ سیاست یہ فرض ادا کرنے کو تیار ہے۔ جسقدر نسخے بھی درکار ہوں۔ ان کی قیمت بحساب ایک روپیہ فی نسخہ علی الحساب ارسال فرما کر ممنون فرمائیے۔ حساب بعد میں اطلاع خدمت کر دیا جائے گا

نیز مجھ پر زور ڈالا جا رہا ہے۔ کہ میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کروں۔ اردو کی کتاب کے لئے تو میں نے کسی قسم کی امداد قبول نہیں کی۔ مگر انگریزی کتاب میں بغیر امداد شائع کرنے سے معذور ہوں۔ خرچ کا اندازہ ۲½ سو روپے ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو اس میں میرا ہاتھ بٹا کر داخل حسنات ہوں۔

انگریزی کتاب کے لئے جو رقم آپ روانہ کریں۔ اس کا ذکر اپنے گرامی نامہ میں جداگانہ کر دیں۔ منتظر جواب آپ کا حبیب

سید صاحب کی مضمون نویسی کی غرض

یہ تو کہا نہیں جا سکتا۔ کہ سید صاحب اپنے مضامین کو کتابی صورت میں "نفیس ترین کاغذ" "دیدہ زیب کتابت" عمدہ سے عمدہ طباعت اور "مرغوب" جلد کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام احمدیت کو ترقی اور فروغ دینے کیلئے کر رہے ہیں۔ نیز اس کتاب کا انگریزی ترجمہ شائع کرنے کی یہ غرض ہے۔ کہ انگریزی دان طبقہ میں احمدیت کی اشاعت ہو۔ بلکہ یہ ساری جدوجہد اور ساری کوشش احمدیت کی ترقی میں حائل ہونے کے لئے کی جا رہی ہے۔ حالانکہ سید صاحب خود ارشاد فرما چکے ہیں۔ کہ "ایسے لوگوں کا علاج صرف اور صرف ایک ہی ہے یعنی یہ کہ ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی جائے۔" کیوں اس لئے کہ "وہ سب ناکام رہے۔ سوائے ان کے جن کی مخالفت ہوئی۔ تعداد مخالفت کے تناسب سے انہیں کامیابی ہوئی۔ اور مخالفت کے مٹتے ہی ان کا بازار سرد پڑ گیا۔"

اگر یہ درست ہے تو پھر کہا جا سکتا ہے۔ کہ سید صاحب نے جو سلسلہ مضامین لکھا۔ اور اب اسے اعلےٰ درجہ کی کتاب کی صورت میں شائع کر کے اس کی بکثرت اشاعت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ احمدیت کو خوب ترقی حاصل ہو

یہ تو سید صاحب کے خود بیان کردہ اصل کی بنا پر گفتگو تھی لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ سید صاحب کی مخالفانہ جدوجہد

انشاء اللہ ضرور احمدیت کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس طرح کئی ایک ایسے لوگوں کو مطالعہ اور تحقیق کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ جو پہلے غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ اور جن کے لئے کسی محرک کی ضرورت تھی۔

مخالفت جھوٹوں کی نہیں بلکہ سچوں کی ہوتی ہے

پھر سید صاحب کا یہ خیال کہ چونکہ جھوٹوں کی مخالفت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو فروغ حاصل ہو جاتا ہے۔ واقعات کی رو سے اپنے اندر ایک شمہ بھر بھی صداقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جھوٹوں کی آج تک کبھی ایسی مخالفت نہیں ہوئی۔ جیسی کہ سچوں کی ہوتی رہی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہی آیا ہے۔ کہ سچوں کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون یعنے افسوس ان بندوں پر ان کی طرف کوئی رسول نہیں آیا۔ جس سے انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو۔ نیز فرمایا۔ جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین ہم نے ہر ایک نبی کے دشمن مجرموں میں سے بنائے۔ پس صادقوں کی یہ علامت ہے۔ کہ ان کی مخالفت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کے سامنے ایسی باتیں پیش کرتے ہیں۔ جو لوگوں کی طبائع کے خلاف ہوتی ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون یعنے جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول آیا ایسے احکام لے کر جو تمہاری نفسانی خواہشات کے خلاف تھے۔ تو تم نے تکبر کیا۔ ایک فریق کی تم نے تکذیب کی۔ اور دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا پس خدا تعالےٰ کی قدیم سے یہی سنت ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ اپنے انبیاء کو مخالفتوں کے تلاطم خیز طوفان میں دشمنوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی معجزانہ طریق پر حفاظت کرتا ہے۔ اور ترقی دیتا ہے۔ تا وہ دنیا پر ظاہر کرے۔ کہ ایک زندہ اور قادر و قیوم خدا موجود ہے۔ جو اپنے بندوں کی نصرت اور مدد کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک جتنے نبی آئے۔ اہل دنیا نے سب کی مخالفت کی۔ اور ہر طرح سے انہیں ناکام رکھنے کی کوششیں کیں مگر بتاؤ آخر کار کامیاب کون ہوا اور ناکام کون؟

اصل بات یہ ہے۔ کہ ابتداءً نبی کے مخالفین یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم اپنے زور اور طاقت کے بل پر اسے فنا کر دیں گے۔ یہ ایک کمزور پودا ہے۔ اور ہماری مخالفت کا ایک ہی تند جھونکا اس کی بیخ کنی کے لئے کافی ہوگا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد انہیں جب یہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ کہ ہماری مخالفت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکی۔ اور اسے روز بروز کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ تو وہ تھک کے بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین تؤزھم ازا ہم ان کو بیٹھنے نہیں دیتے بلکہ شیاطین کو ان پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جو ان کو مخالفت کرنے کے

لئے اکساتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر نبی کی مخالفت نہ ہو۔ تو دنیا کو یہ کیسے معلوم ہو۔ کہ اس کا خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق ہے۔ اور خدا تعالےٰ اس کی مدد کر رہا ہے۔ پس یہ ناممکن ہے۔ کہ دنیا میں نبی آئے۔ اور لوگ اس کی مخالفت نہ کریں۔ ظاہرا طور پر مخالفین یہ محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ اس کی مخالفت میں ہمیں چونکہ ہر موقعہ پر شکست ہوتی ہے۔ اور اسے فتح اس لئے اس کی ترقی روز افزوں ہے۔ لہذا ہمیں اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔ مگر خدا تعالےٰ کا مخفی ہاتھ انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ اور وہ مخالفت کو ترقی کا باعث سمجھتے ہوئے مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر خدا تعالےٰ دنیا کو الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔ الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون کا نظارہ دکھا کر صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ یہی نظارہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین کی وجہ سے رونما ہو رہا ہے

ظاہری شان و شوکت اور جماعت احمدیہ

سید صاحب بحوالہ عشرہ کاملہ چند "جھوٹے مدعیان نبوت و مہدویت" کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ "علم برداران تحریک قادیان کی ثروت۔ وجاہت و تمکنت بھی ان کی صداقت کی ایک دلیل بن گئی ہے۔ مگر جن مدعیان نبوت کا مختصر حال اس سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کی شوکت و ثروت و تمکنت اور ان کا جاہ و جلال قادیان سے لاکھوں گنا بڑھا ہوا تھا۔ لہذا ظاہری شوکت سے مرعوب ہونا درست نہیں"

معلوم نہیں۔ کہ سید صاحب کو یہ لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جبکہ حالات یہ ہیں۔ کہ ثروت اور ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے جماعت احمدیہ اپنے آپ کو بالکل ابتدائی حالت میں سمجھتی ہے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے۔ کہ دوسروں کو باوجود اس کے کہ ان میں بڑے بڑے ذی ثروت صاحب وجاہت بلکہ بادشاہ پائے جاتے ہیں۔ اسلام کی خدمت کرنے کی وہ توفیق نہیں ملی۔ جو اس قلیل اور غرباء کی جماعت کو ملی۔ جماعت احمدیہ کے کارناموں نے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

مصنف عشرہ کاملہ کی اندھا دھند تقلید

مضمون کو شروع کرتے وقت سید صاحب کا اندازہ یہ تھا کہ آپ اسے "تین اقساط میں" مکمل کر لیں گے۔ مگر جوں جوں ان کو سلسلہ احمدیہ کے مخالفین کی کتابیں ملتی گئیں۔ آپ پر نئے نئے امور کا انکشاف ہوتا گیا۔ اور قسط چہارم میں جہاں پہلے اندازہ کے مطابق مضمون ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ آپ نے اعلان کر دیا کہ یہ سلسلہ کئی اقساط میں ختم ہوگا۔ مخالفین کی دوسری کتابوں کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر عشرہ کاملہ کے مصنف کی اندھا دھند تقلید اور نقل نے سید صاحب کے مضامین کی

اہمیت کو سمجھدار اصحاب کی نظروں سے بالکل گرادیا ہے میں نے تمہید میں سید صاحب کی "عشرہ کاملہ" سے نقل کی چند مثالیں پیش کی تھیں۔ ناظرین ان میں ایک اور کا اضافہ کرلیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا ہے۔ "میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں" حضور کے اس ارشاد پر عشرہ کاملہ کے مصنف نے قاضی فضل احمد لدھیانوی کی کتاب "کلمہ فضل رحمانی" کے حوالہ سے لکھا ہے۔ یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ ضلع گورداسپور میں ایک اور گاؤں قادیان کے نام سے ہے۔ جس میں ایک اور شخص غلام احمد قادیانی رہتا تھا۔ سید صاحب عشرہ کاملہ کی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مرزا صاحب کا یہ خیال صحیح نہ تھا ...... اس لئے کہ ...... ضلع گورداسپور میں تین قادیان ہیں۔ جن میں سے ایک میں مرزا صاحب رہتے تھے اور ایک اور قادیان میں غلام احمد قادیانی ایک اور شخص تھا جو قریشی قوم میں سے تھا اور مرزا صاحب کا ہم عمر تھا" کتاب کلمہ فضل رحمانی" جس سے یہ حوالہ نقل در نقل کیا گیا ہے اس کے مصنف قاضی فضل احمد صاحب نے اس میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق اس قدر کذب بیانی سے کام لیا ہے کہ جب یہ کتاب ایک مقدمہ کے دوران میں جو مصنف کی طرف سے ہی سکرٹری انجمن احمدیہ لدھیانہ کے خلاف دائر کیا گیا تھا زیر بحث آئی۔ تو جناب شیخ اصغر علی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے اپنے فیصلہ میں اس کے متعلق لکھا۔ "ایک مسلمان جو نہ تو قادیان کے نبی کا پیرو ہے اور نہ ہی مستغیث کی طرح دیوانہ سنی ہے۔ صاف طور پر یہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ جو الزامات مستغیث نے اپنی کتاب "کلمہ" میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر لگائے ہیں۔ وہ جھوٹے اور توڑے مروڑے ہوئے ہیں" جس کتاب کی ایک معزز اور غیر جانبدار شخص کے نزدیک یہ حقیقت ہو۔ اور جس کا اظہار اس نے مسند عدل و انصاف پر بیٹھ کر نہایت ذمہ دارانہ طور پر اس طرح کیا ہو۔ اس میں بلا ثبوت جو لکھا گیا۔ اس کی معقولیت کا اندازہ ہر صاحب عقل و دانش بآسانی لگا سکتا ہے لیکن افسوس کہ سید صاحب نے اسی کی بناء پر یہ اعتراض پیش کر دیا کیا سید صاحب اس دعویٰ کی کوئی قوی دلیل پیش کرنے یا واقعات کی رو سے اسے ثابت کرنے کی تکلیف فرمائیں گے ضلع گورداسپور کے جس قادیان میں غلام احمد قادیانی کسی شخص کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے زمانہ میں ہونیکا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں سے اس کا ثبوت بہم پہنچانا کوئی مشکل کام نہیں ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس وقت ...

جماعت احمدیہ پونچھ کا جلسہ

احمدی مبلغین کی دلچسپ تقریریں

جلسہ میں سری سرکار راجہ صاحب بہادر و سرکاری ارکان کی شمولیت

۲۹ جولائی کی روئداد

اجلاس اول ۲۹ جولائی ۳۳ء زیر صدارت جناب پیر حسام الدین صاحب جاگیردار و سجادہ نشین پونچھ ۴ بجے سے ساڑھے ۵ بجے شام تک منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مولوی محمد حسین صاحب مبلغ نے افتتاحی تقریر کی۔ جس کا موضوع "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان من حیث تعلیم و عمل" تھا۔ ان کے بعد مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے بھی اسی مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سامعین کی تعداد دو صد کے قریب تھی۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس ۲۹ جولائی ۳۳ء زیر صدارت میر ضیاء الدین صاحب اندرابی سکرٹری انجمن اسلامیہ پونچھ ۹ بجے شام منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ماسٹر غلام محمد خان صاحب نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد مہاشہ محمد عمر صاحب نے "اسلام عالمگیر مذہب ہے" کے موضوع پر خوب مدلل اور موثر تقریر کی۔ سامعین کی تعداد تین صد کے قریب تھی۔ ان کے بعد گیانی واحد حسین صاحب نے بھی اسی مضمون پر تقریر کی۔ گیانی صاحب کی تقریر سے سامعین بہت خوش ہوئے۔

۳۰ جولائی کی روئداد

۳۰ جولائی پہلا اجلاس زیر صدارت جناب سردار محمد ایوب خان صاحب سینیر صدر جج پونچھ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد مولوی محمد حسین صاحب نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر قدسی" پر اور مہاشہ محمد عمر صاحب نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں" اور گیانی واحد حسین صاحب نے صداقت اسلام پر تقریر کی۔ صدر محترم نے تقریریں سن کر اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا۔ کہ مجھے اس سال کے جلسوں میں ایک خوش کن امر خصوصیت سے ملاحظہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور وہ یہ کہ رواداری اور صلح و آشتی کی روح مختلف مذاہب کے مقررین کی تقریروں میں ملحوظ رہی ہے۔ اور اگر یہی طریق رہا تو وہ دن آئے گا جب مذہبی سرپھٹول کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دوسرا اجلاس زیر صدارت سید محمد امیر علی شاہ صاحب جنرل سکرٹری انجمن جعفریہ و جاگیردار پونچھ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم و نعت کے بعد مہاشہ محمد عمر صاحب نے "موجودہ زمانہ میں ایک اوتار کی ضرورت ہے" اور مولانا مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے "اتحاد بین المسلمین" اور گیانی واحد حسین صاحب نے "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے" پر تقریریں کیں جلسہ میں لوگ بکثرت تھے یہاں تک کہ جگہ تنگ ہو گئی تقریروں کو نہایت پسند کیا گیا۔

تیسرا اجلاس زیر صدارت جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ جماعت احمدیہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت کے بعد مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے "ہمارے عقائد" اور گیانی واحد حسین صاحب نے "ضرورت مذہب" پر تقریریں کی گئیں۔ جو ۹½ بجے رات سے لے کر ۱۲ بجے تک نہایت دلچسپی سے سنی گئیں۔

۳۱ جولائی کی روئداد

آخری اجلاس ۳۱ جولائی ۳۳ء زیر صدارت سری سرکار والامدار سری راجہ صاحب بہادر پونچھ منعقد ہوا تلاوت قرآن مجید و نعت کے بعد پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ پونچھ نے ایڈریس حسب دستور خدمت والا میں پیش کیا۔ اس کے بعد گیانی واحد حسین صاحب نے ایشور کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی حالت پر نہایت دلچسپ پیرایہ میں تقریر کی۔ اور بتلایا کہ کس طرح پہلے انبیاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان کے مشہور اوتار حضرت کرشن جی کی تصدیق کی۔

اور حضرت باوا نانک جی نے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی کھلی کھلی پیشگوئی کرتے ہوئے تصدیق کی۔ ایسا ہی ان انبیاء اور اوتاروں کی تعلیموں میں بھی یگانگت ہے۔ تقریر نہایت دلچسپی سے سنی گئی۔ اس کے بعد جواب ایڈریس جناب وزیر صاحب بہادر نے پڑھا۔ اڈیٹر مولوی غلام احمد صاحب مجاہد نے "غیر مذاہب سے اسلام کے تعلقات" اور مہاشہ محمد عمر صاحب نے "اسلام پریم کی تعلیم دیتا ہے" پر تقریریں کیں۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور تمام حکام ریاست بھی اجلاس ہذا میں شریک ہوئے ؛

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی تقریر

آخر میں جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے سامعین کو بدیں الفاظ مخاطب کیا۔

صدر محترم و معزز حاضرین !

میرے لئے کوئی معین موضوع نہیں ہے۔ جس پر مجھے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا ہو۔ اس لئے مجھے گزشتہ تین دن کی تقریروں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ آپ نے میرے مبلغین کی تقریریں سن لی ہیں۔ اور میرے لئے یہ خوشی کا باعث ہے۔ کہ عام طور پر ان کی تقریریں دلچسپی سے سنی گئیں۔ اور لوگوں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

اسلام کی ہدایت

میں اس ضمن میں یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بحیثیت ناظر دعوۃ و تبلیغ اسلام جو کہ میرا مذہب ہے۔ مجھ پر ایک اہم ذمہ داری ڈالتا ہے۔ اور مجھے یہ ہدایت کرتا ہے۔ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں۔ کہ تو اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے حکمت کے ساتھ اچھے وعظ کے ساتھ اور ان کے ساتھ تبادلہ خیالات ایسے طریقہ سے کر۔ جو بہتر سے بہتر ہو۔ اس حکم کا مفہوم نہایت واضح ہے۔ اور اسکی رو سے ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم حکمت یعنی معقولات کے ذریعہ سے لوگوں کی فطرت سلیمہ کو مخاطب کریں۔ اچھے وعظ سے ان کے قلبی جذبات سے اپیل کریں۔ مباحثات میں ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ بلکہ بہتر سے بہتر جو طریقہ ہو سکے۔ وہ اختیار کریں ؛

حضرت مسیح موعود کا ارشاد

پھر میرے اس آقا کی طرف سے کہ جس کے ذریعہ مجھے اس زمانہ میں اسلام کی سچی رُوح کے سمجھنے کی توفیق ملی ہے۔ میرے لئے ایک دائمی نصب العین اور دستور العمل نہایت واضح الفاظ میں ارشاد ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان میں سے جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالےٰ کا مقصد ہے۔ جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد میری نظارت کے لئے ایک دائمی راہ نما کے طور پر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ میری نظارت کے مطبوعہ فارم پر ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچا۔ انکی نظروں سے گزرتا ہے

احمدی مبلغین کی تقریریں

اس ارشاد کے ہوتے ہوئے اور اس حکم الٰہی کی موجودگی میں جسکا میں ابھی ذکر چکا ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میرے مبلغ اس کی خلاف ورزی کریں۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ ان کی تقریروں کے متعلق مجھے عام طور پر یہ اطلاعات موصول ہوتی رہتی ہیں کہ وہ حق و حکمت اور شائستگی اور تہذیب کو اپنے اندر ایسے طور سے لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ کہ غیر بھی ان کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور آپ بھی تین دن سے انکی تقریریں سن رہے ہیں۔ اور اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ وہ کس پایہ کی تھیں۔ میری نظارت کی طرف سے ہمیشہ ایسے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں۔ کہ مبلغین سلسلہ عالیہ احمدیہ قرآن مجید کے ارشاد کی پابندی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات پر چلنے والے ہوں۔ اور اگر مجھے ان میں سے کسی کی روش اور رویہ کے متعلق شکایت پہنچے۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ میں اس شکایت کا تدارک کروں۔ اور میرے پاس ایسے وسائل اور ذرائع ہیں کہ آسانی کے ساتھ ان کے متعلق شکایات کا تدارک کر سکتا ہوں۔

اگر کوئی مبلغ اس مقصد کو نظر انداز کرتا ہے۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے۔ اور بجائے توحید کا درس دینے اور بنی نوع انسان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے تفرقہ کا پرچار کرتا ہے۔ اور فساد ڈالتا ہے۔ تو میں ایسے مبلغ کا علاج کر سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی مبلغ اپنی تبلیغ میں حکمت۔ اور معقولیت کو چھوڑتا۔ اور بجائے موعظہ حسنہ کے نامعقولیت اور لایعنی باتوں کو اختیار کرتا ہے۔ تو میں اس کا بھی علاج کر سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی مبلغ مباحثات میں بہتر سے بہتر طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ اور بجائے بالتی ھی احسن طریقہ اختیار کرنے کے ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ جو لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو اور جس سے لوگوں کے جذبات مشتعل ہوں اور ان کے ذہن بجائے بات کے قبول کرنے کے اسے اگل دیں تو میں ایسے مبلغ کا بھی علاج کر سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی مبلغ اپنے آقا کے اس شعر کو مدنظر نہیں رکھتا ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور لوگوں کی گالیاں سن کر طیش میں آتا۔ اور انکی گالیوں کا جواب گالیوں سے دیتا ہے۔ تو میں ایسے مبلغ کا بھی علاج کر سکتا ہوں۔ مگر دو باتیں ہیں۔ جن کا میں علاج نہیں کر سکتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شاید ہی کوئی عقلمند ان کا علاج کر سکے ؛

ناقابل علاج امور

ایک اس احساس کا میں علاج نہیں کر سکتا۔ جو بالطبع ایک خوبصورت انسان کو دیکھ کر اس انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو خوبصورت نہیں۔ اگر کوئی شخص خوبصورت انسان کو دیکھ کر اپنی بدصورتی کا تصور کر کے اپنے دل میں تکلیف محسوس کرتا ہے۔ تو اسے گلہ اس خالق کا کرنا چاہیئے۔ جس نے اس کو خوبصورتی کی نعمت سے محروم رکھا ہے۔ دو متضاد چیزوں کے تقابل سے جو احساس دلمیں پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایک طبعی احساس ہے۔ اعلیٰ خیالات سننے پر انسان کے اپنے خیالات اگر ادنےٰ ہوں۔ تو یقیناً اس کا وجدان کچھ نہ کچھ شرمندگی یا تکلیف محسوس کرے گا۔ اور یہ ایک ایسا احساس ہے۔ جسکا دبانا میرے اختیار میں نہیں

ایک طریق

ہاں اس احساس میں کمی کرنے یا اس پر پردہ ڈالنے کا ایک طریقہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جن اعلےٰ خیالات کا اظہار کیا جائے سننے والے کو یہ یقین دلایا جائے۔ کہ یہ دراصل اس کے اپنے ہی خیالات ہیں۔ کسی غیر کے نہیں۔ سو یہ طریقہ ہم اختیار کر رہے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہر امت میں خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے لوگوں کی ہدایت کے لئے آئے۔ اور انہوں نے اپنے زمانہ میں اپنی امت کی ہدایت کے لئے بہتر سے بہتر سبق دئے۔ جو کسی نہ کسی طرح لوگوں کو بھول گئے۔ یا یہ کہ وہ استعارات اور مجازات کے لباس میں سابقہ انبیاء کی کتابوں میں پڑے ہیں۔ قرآن مجید کا اپنے متعلق یہ دعوےٰ ہے۔ کہ فیھا کتب قیمۃ اس میں تمام وہ قیمتی باتیں موجود ہیں۔ جو پہلی کتابوں میں تھیں۔ اس لئے ہمارے مبلغوں کو یہ ہدایت ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کی مقدس تعلیم کو پیش کرتے ہوئے کوشش کریں۔ کہ دوسری کتابوں کے حوالوں سے ثابت کریں۔ کہ ان کے ہاں بھی متفرق طور پر ایسے سچے موتی بکھرے پڑے تھے۔ جن کو قرآن مجید نے اپنے اندر جمع کیا ہے۔ تا غیریت کا احساس مٹ کر وہ مقصد پورا ہو۔ جس کے پورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور تمام بنی نوع انسان اپنے تفرقوں کو چھوڑ کر دین واحد پر جمع ہو جائیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اگر ہم سب کی جدوجہد رواداری کے ساتھ اسی طرح جاری رہی۔ تو ایک دن سب بنی نوع انسان ایک پلیٹ فارم پر بھائی بھائی ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کا جو منشاء اس دنیا کے متعلق ہے وہ پورا ہو جائے گا۔ یعنی پریم اور آشتی صلح اور سلامتی کا عالم قائم ہو گا ؛

مفسدانہ رویہ

دوسری بات جس کا میں علاج نہیں کر سکتا۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ کوئی شخص بھی اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ وہ خواہ مخواہ فساد کرنے والوں کا مفسدانہ رویہ ہے۔

جو گھر سے اس نیت سے نکلا ہو۔ کہ ضرور ہی فساد کرنا ہے اور خوبصورت چیز کو خوبصورت نہیں دیکھتا بلکہ اس میں سو عیب نکال لیتے ہیں۔ ایسے شخص کا علاج میرے پاس کیا ہو سکتا ہے کل شام آپ نے مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کی تقریر سنی ہوگی۔ انہوں نے پوری کوشش کی کہ اپنے عقائد کو ایسے رنگ میں پیش کریں تا غلط فہمی دور ہو کر ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان جو خلیج ہے۔ اس کا دائرہ تنگ ہو اور جو لوگ اپنی طرف سے جھوٹی باتیں بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے ہیں ان کو شرارت کا موقعہ نہ ملے۔ ان کی تقریر نہایت سیدھی سادی تھی۔ کسی پر حملہ نہ تھا۔ صرف اپنے اعتقاد کو واضح کر رہے تھے۔ مگر بعض مفسدہ پرداز لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ دیکھو جی انہوں نے اپنی تبلیغ شروع کر دی۔ حالانکہ آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ سب سے بڑی بیماری جو ہمارے اندر ہے اور جس کا وجود صلح اور آشتی کے رستہ میں روک بن رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ لوگ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور دوسروں کے عقائد کا جائزہ اپنے مخصوص نقطہ نظر سے لیتے ہیں۔

جہاد منسوخ کرنے کا الزام

میں نے کل اپنی صدارتی تقریر میں بتلایا تھا کہ مثلاً ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم لوگ جہاد منسوخ کرتے ہیں مگر یہ الزام بالکل خلاف واقعہ ہے۔ مسلمانوں کے بعض دوسرے فرقے قرآن مجید کے احکام میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں۔ مگر ہم لوگ قطعی طور پر اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔ بلکہ یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کا ایک حکم بلکہ اس کا ایک شوشہ بھی تا ابد منسوخ نہیں ہو سکتا۔ پس ایسی صورت میں جہاد کا حکم جو کہ بار بار دہرایا گیا ہے۔ ہم کس طرح منسوخ سمجھ سکتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے بھائی جہاد کا ایک نہایت محدود اور تنگ مفہوم پیش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ جہاد اس کا نام ہے۔ کہ تلوار ہاتھ میں لی اور انکار کرنے والے کی گردن اڑا دی۔ حالانکہ جہاد کے یہ معنی نہیں ۱۹۲۶ء میں میں دمشق میں تھا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جنگ دروز از وروں پر تھی ایکدن نیشنلسٹ پارٹی کے چند جوان مجھے ملنے کے لئے آئے۔ میں اندر عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے مولوی جلال الدین صاحب شمس فاضل سے جو میرے ساتھ تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ آپ جہاد کو منسوخ کرتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ ایسے وقت میں نہایت ہی خطرناک ہے جبکہ ہماری لڑائی دشمنوں سے ہو رہی ہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہو کر آیا تو انہوں نے یہی سوال میرے سامنے پیش کیا۔

ان نوجوانوں میں بعض وہ بھی تھے۔ جو کہ جنگ عظیم کے ایام میں میرے شاگرد تھے۔ جبکہ میں سلطانیہ کالج کا پرنسپل تھا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ ہم تو جہاد کے متعلق یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وطن ایک گھر کی طرح ہے۔ اور اسلام کا حکم جیسا گھر پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا مقابلہ کرنے کے متعلق ہے۔ اسی طرح وطن کے ڈاکوؤں کے متعلق بھی ہے۔ اسلام بزدلی کا حکم نہیں دیتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ جو تمہارے مال و متاع اور عزت و جان پر حملہ آور ہو۔ اس کا بہادری سے مقابلہ کرو اور نبی کریم فرماتے ہیں۔ حب الوطن من الایمان؛ یعنی وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ بدیں صورت ہم کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ آپ اپنے وطن کی حفاظت کے لئے جہاد نہ کریں ضرور کریں۔ اور جو تلوار کے ذریعہ تمہارا وطن چھیننا چاہتا ہے۔ اس کا مقابلہ تلوار سے کریں۔ جب وہ یہ سن کر خوش ہوئے تو میں نے ان سے کہا۔ ہاں ہم ایک بات کی نصیحت کرتے ہیں جو لوگوں کو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ وطن کے لئے بے شک لڑائی کرو۔ مگر لوگوں کو یہ دہوکہ مت دو۔ کہ آپ دین کے لئے جہاد کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ معیوب بات ہے کہ لڑائی تو ہو زمین کے لئے۔ اور لوگوں کو یہ دہوکہ دیا جائے۔ کہ ہم دین کی خاطر جہاد کر رہے ہیں۔ دین کی خاطر جہاد کہاں ہو رہا ہے۔ تین سو سال سے مسیحیت نے اور یورپ کی دہریت نے ہر معقولی اور غیر معقولی رنگ سے حملہ کر کے دین کی دھجیاں اڑا دی ہیں مگر مسلمانوں کی حمیت و غیرت سوئی پڑی رہی۔ کیا انہوں نے اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لئے اس رنگ سے جہاد کیا ہے جو یورپ کے معقولی حملہ کا صحیح جواب ہو۔ اسلام دین کے لئے تلوار کے جہاد کی اسی وقت اجازت دیتا ہے جب کوئی تلوار لے کر دین وایمان پر حملہ کر رہا ہو۔

یہ میری باتیں نہایت واضح تھیں اور ان نوجوانوں کی سمجھ میں وہ نقطہ نظر جلدی آ گیا جو ہمارا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اس وقت ہمارے دین پر تلوار سے حملہ نہیں ہو رہا اس لئے دین کی خاطر تلوار اٹھانا اس وقت جائز نہیں ہے، ہاں جس رنگ سے حملہ ہو رہا ہے۔ اس رنگ سے دفعیہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اور ہم جہاد کو اب تک نہایت وسیع مفہوم میں لیتے ہیں۔

شکایت

پس یہ دیانت داری نہیں کہ ہمارے اس وسیع مفہوم کو اپنی تنگ نظری سے ماپا جائے۔ ہمیں جو شکایت اپنے بھائیوں سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ ہمارے عقائد کو اصل صورت میں سمجھنا نہیں چاہتے۔ اور یہ کہ ہماری طرف باتیں منسوب کرنے میں تقویٰ سے کام لیں۔ اب جو اپنے اس رویہ پر اصرار کرے میں اس کا کیا علاج کر سکتا ہوں خدا تعالیٰ ہی ہے جو ایسے لوگوں کو سمجھائے ہاں اگر آپ میں سے کوئی اس بارے میں بھی کوئی بہتر مشورہ دے تو میں اس کے اس مشورہ کو قبول کرونگا۔ اور مجھ سے بڑھ کر اور کسی کو خوشی نہ ہوگی۔ کیونکہ میری نظارت کا پایہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوگا اور میں جانتا ہوں کہ جس طرح تمام بنی نوع انسان اپنے کسی نہ کسی نقص کی وجہ سے اصلاح کے محتاج ہیں۔ میرے مبلغ بھی باوجود اس کے کہ وہ آپ کے استحسان کا جائزہ لے چکے ہیں۔ تربیت کے محتاج ہیں اور میں بہتر مشورہ کے قبول کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرونگا

معذرت اور شکریہ

باوجود ان تمام باتوں کے میں آخر میں کہونگا۔ کہ اگر میرے مبلغین کی تقریروں میں کوئی ایسا کلمہ صادر ہوا ہو جس سے کسی دوست کو کسی رنگ میں تکلیف پہونچی ہو تو میں اس سے معافی چاہتا ہوں۔ کیونکہ رنجش کے بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ اسے گھٹانے اور محبت اور آشتی و یگانگت پیدا کرنے کے لئے ہم یہاں آئے ہیں اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے رواداری اور وسعت حوصلگی سے کام لیتے ہوئے ہماری تقریروں کو اطمینان سے سنا اور مزید براں یہ کہ خوشی کا اظہار کیا اور اس طرح ہمارے عظیم الشان مقصد میں ہماری اعانت کی۔

سری راجہ صاحب بہادر کا طریق عمل

اس موقعہ پر میں پُرجوش آواز میں کہونگا کہ کاش جو اعلیٰ نمونہ سری راجہ صاحب بہادر پونچھ اپنی ذات سے اپنی رعایا کے درمیان قائم کر رہے ہیں۔ دوسرے مہاراجگان و نواب صاحبان بھی قائم کرتے۔ کسی مذہب کے پیرو پونچھ میں جلسہ کریں۔ وہ ذاتی طور پر اس میں شریک ہو کر ایک نمونہ قائم کرتے ہیں۔ کہ وسعت حوصلگی اور رواداری اس کا نام ہے اور اس طرح وہ سال میں کئی بار مختلف الخیال لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے ایک دوسرے کی باتوں کے سننے کا موقع دیتے اور ان کے درمیان اتحاد و اتفاق اور صلح و آشتی کی روح پیدا کرنے کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ وہ اپنے اس اعلیٰ نمونہ کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی ابدی برکات کے وارث ہوں۔ آپ سری راجہ صاحب بہادر کی پریم بھری روح اور ان کی مذہبی محبت اس کے لئے

ضرورت رشتہ

لڑکا احمدی مبائع عمر قریباً ۳۰ سال قوم ترکھان اچھا کاریگر ہے۔ ڈیڑھ روپیہ روزانہ کما لیتا ہے۔ اس کے لئے رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی فوت شدہ ہے۔ لڑکی نیک احمدی امور خانہ داری سے واقف ہو۔ زیور کے علاوہ ایک ہزار روپیہ نقد ہے۔ ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا۔ ضلع لائلپور میں کام کرتا ہے۔ خط و کتابت معرفت

محمد شفیع جنرل سکرٹری انجمن احمدیہ چڑانوالہ

ضرورت رشتہ

ایک نہایت مخلص اور دیندار دوست عمر ۳۵۔۴۰ سال کے لئے ایک متقی اور پرہیزگار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے جو خواہ بیوہ ہی ہو۔ صاحب موصوف کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ اولاد کوئی نہیں۔ چار پانچ ہزار کی جائداد کے مالک ہیں نہایت نیک۔ تہجد گزار اور خوش شکل ہیں۔ قادیان میں بھی سکونت اختیار کرنے کی طیاری کر رہے ہیں۔ مزید حالات کے لئے مجھے مخاطب کیا جائے۔ (شیخ) محمد عبد اللہ انگلش ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال

اعلان نکاح

بابو فقیر علی صاحب سٹیشن ماسٹر قادیان کی سالی سکینۃ النساء بنت حکیم غلام نبی صاحب مرحوم ساکن قادیان کا نکاح شیخ حبیب اللہ صاحب ولد منشی فتح الدین صاحب مرحوم (کلرک محکمہ ایران) کے ساتھ بعوض مہر مبلغ پندرہ صد روپیہ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے ۶-۸-۳۳ کو مسجد مبارک میں پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ بابرکت فرمائے۔ (ناظر امور عامہ)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

گاندھی جی کی گرفتاری کے بعد چھبیس (۲۶) کانگرسی والنٹیروں کے دوسرے جتھہ نے ۶ اگست کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ احمد آباد کے بنگلہ میں ایک دستی رقعہ بھیج کر مطلع کیا کہ وہ اس کوچ کو جسے گاندھی جی اپنی گرفتاری کی وجہ سے پورا نہیں کر سکے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اور موضع راس کو روانہ ہونے والے ہیں۔ یہ اطلاع موصول ہونے پر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے آشرم میں پہنچ کر تمام والنٹیروں کو گرفتار کر لیا۔ یہ والنٹیر کاٹھیاواڑ کی مختلف ریاستوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

شملہ سے ۵ اگست کی اطلاع ہے کہ گورنمنٹ ہند کے مستقل ہیڈ کوارٹر اور دفاتر کی شملہ میں تبدیلی کے سوال کا فیصلہ فیڈرل گورنمنٹ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ البتہ نیو دہلی کی تعمیرات کا پروگرام بدستور جاری رہیگا۔

اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں جو ۲۲ اگست کو شروع ہوگا مسٹر مسعود احمد نے یہ ریزولیوشن پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ آئندہ آئین میں منشیات کے استعمال کی قطعی ممانعت کر دی جائے۔ بہت مفید تجویز ہے۔ ہندو مسلمان سب ممبروں کو تائید کرنی چاہیئے۔

برسلز میں ۶ اگست کو انٹرنیشنل ٹریڈ یونین کانگرس کے اجلاس میں سوشلسٹوں۔ یہودیوں اور کمیونسٹوں کے خلاف نازی حکومت کے مظالم کی سخت مذمت کی گئی اور تجویز کی گئی۔ کہ جرمن مال کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔

برٹش پارلیمنٹ کی بلڈنگ میں حال میں آتشزدگی کی ایک خفیف واردات ہوئی تھی۔ جس کے نتیجہ میں گورنمنٹ نے سرکاری بلڈنگوں کی حفاظت کے لئے ایک نئی فوج قائم کی ہے۔ جس میں صرف وہی اشخاص بھرتی کئے جائینگے جنہوں نے انگلینڈ کے خلاف جدوجہد میں حصہ لیا ہو۔

کلکتہ میں ایک نئے مقدمہ سازش کی سماعت شروع ہو گئی ہے۔ اس میں پنجاب یو۔پی بہار اور بنگال کے گیارہ اضلاع کے ۳۰ نوجوان گرفتار ہیں۔ ان کے خلاف الزام یہ ہے کہ انہوں نے ملک معظم کے خلاف جنگ کا علم بلند کرنے۔ حکومت کا نظام درہم برہم کرنے۔ اور ڈکیتی اور قتل کی وارداتوں کا ارتکاب کرنے کی سازش کی تھی۔ نیز قانون مادہ آتشگیر اور قانون اسلحہ کے ماتحت جرائم کا ارتکاب کیا۔

روسی گورنمنٹ نے بحیرۂ ابیض اور بحیرۂ بلقان کو آپس میں ملحق کرنے کے لئے جو "سٹالن نہر" کھودی ہے اس کے کامیاب خاتمہ کی خوشی میں ساڑھے بارہ ہزار قیدیوں کو جنہوں نے نہر بنانے کا کام کیا تھا آزاد کر دیا گیا ہے۔ نیز ساٹھ ہزار قیدیوں کی سزاؤں میں تخفیف کر دی گئی ہے

برلن سے ۶ اگست کی اطلاع ہے کہ جرمن خفیہ پولیس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کمیونسٹ لٹریچر تقسیم کرنے والوں کے خلاف بندوقوں اور ریوالوروں کا کھلم کھلا استعمال کریں

میانی ضلع شاہ پور میں ۲ اگست زمین کے نیچے سے نہایت خوفناک صدائیں سنائی دیں۔ اس کے بعد چھ دفعہ زلزلہ آیا۔ مگر کوئی نقصان نہیں ہوا۔

مسٹر ڈی ویلرا نے ملک کی صنعت و حرفت اور زراعت کو ترقی دینے کے لئے آئرش پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کرنے کے لئے مرتب کیا ہے جس کے رو سے پچاس لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے ملک بھر میں زراعتی ادارے قائم کئے جائینگے۔ اور بیس ہزار نوجوانوں کو ملکی اشیاء اور خام پیداوار کو ترقی دینے کے کام پر لگایا جائیگا۔ اس رقم سے گورنمنٹ ان لوگوں کو جو صنعت و حرفت کے ماہر ہیں مالی امداد دینے کا بھی ارادہ رکھتی ہے۔

لارڈ لنلتھگو صدر جائنٹ سلیکٹ کمیٹی نے ۳ اگست کو کمیٹی کا اجلاس ۳ اکتوبر تک ملتوی کر دیا۔ متعدد ممبر ہندوستان واپس آ رہے ہیں۔ کمیٹی کی رپورٹ سال کے آخر میں شائع ہوگی۔

مسٹر دیوداس گاندھی کے متعلق افواہ ہے کہ وہ "ہندوستان ٹائمز" دہلی کے عملۂ ادارت میں شامل ہونے والے ہیں۔

ایتھنز (یونان) میں ۵ اگست کو ایک تباہ کن آتشزدگی کے نتیجہ میں آٹھ ہزار اشخاص بے خانماں ہو گئے۔ نیز تقریباً اڑھائی لاکھ پونڈ کا نقصان ہو گیا۔ سینکڑوں دوکانوں کے علاوہ سینٹ پال کا گرجا بھی تباہ ہو گیا ہے۔

انجمن القرض علیگڑھ کو اعلیٰ حضرت نواب صاحب بھوپال نے ایک ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ سوسائٹی گذشتہ تین سال سے قائم ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ ایک فنڈ جمع کرے جس سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مستحق اور نادار طلبہ کو جو اس قسم کی امداد کے بغیر سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے سے معذور ہوں۔ وظائف دیا کرے۔

سری نگر سے ۷ اگست کی اطلاع ہے۔ کہ شیخ محمد عبد اللہ صاحب اور تمام وہ اشخاص جنہیں گذشتہ دنوں حکومت کشمیر نے نظر بند کیا تھا۔ غیر مشروط طور پر رہا کر دئے گئے ہیں۔

مسٹر راجگوپال آچاریہ نے ۱ اگست کو گورنر مدراس کے نام چٹھی لکھی۔ کہ وہ ۷ اگست کو اپنے چند ساتھی کارکنوں کے ہمراہ تریوچن گوڈ سے موضع سلیم کی طرف کوچ کرینگے۔ اور راستہ میں جو دیہات آئینگے ان کے باشندوں کو کانگرس کا پیغام سنائینگے۔ اپنے ارادہ کے مطابق وہ سولہ ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے کو تھے کہ پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا عدالت نے مسٹر راجگوپال آچاریہ اور ان کے ساتھیوں کو چھ چھ ماہ قید کی سزا دی۔

مسٹر دیوداس گاندھی ۶ اگست کو ۹ بجے رات کی گاڑی سے دہلی پہنچے۔ ابھی وہ گاڑی سے اترے بھی نہ تھے کہ چیف کمشنر دہلی کی طرف سے انہیں نوٹس موصول ہوا کہ اول تو صوبۂ دہلی میں داخل ہونے سے احتراز کرو اور اگر داخل ہو چکے ہو تو فوراً نکل جاؤ۔ انہوں نے جواباً لکھا کہ میرا دہلی میں سول نافرمانی میں حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں اس لئے حکم واپس لے لیا جائے۔ مگر پولیس نے انہیں حراست میں لے لیا۔ ۷ اگست انہیں سٹی مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا گیا۔ پولیس کی درخواست پر مجسٹریٹ نے چار روز کا ریمانڈ دے دیا۔

مسز کستوربائی گاندھی اور ۱۵ دیگر عورتوں کو ۷ اگست سابرمتی جیل سے رہا کر دیا گیا مگر ساتھ ہی حکم دیا گیا۔ کہ سول نافرمانی کی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیں۔ مگر انہوں نے یہ بات نہ مانی۔ اس لئے دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمہ احمد آباد میں زیر سماعت ہے۔

سرحد کی صورت حالات مظہر ہے کہ برٹش جہازوں کی بمباری سے کوٹ کھائی کا گاؤں بالکل تباہ ہو گیا۔ لیکن کوئی نقصان جان نہیں ہوا کیونکہ ۴۸ گھنٹے قبل بم برسنے کا نوٹس مل جانے کی وجہ سے تمام عورتیں بچے اور بوڑھے گاؤں خالی کر گئے تھے۔ اس بمباری کے باوجود مطلوبہ تین اشخاص کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جب تک ان کی گرفتاری عمل میں نہیں آئیگی موجودہ اقدام بدستور جاری رہیگا۔

ریاست بہاولپور کی طرف سے حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ستلج ویلی پروجیکٹ کے سلسلہ میں وہ اس قرضہ کی ذمہ داریوں پر نظر ثانی کرے جو ریاست کے ذمہ ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب عنقریب اس معاملہ

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی